پروفیسر محمد اسلم - پنجاب یونیورسٹی

سلطان فیروز تغلق کا ذوقِ موسیقی

سلطان فیروز تغلق کے بارے میں اس کے ہم عصر مورخ شمس سراج عفیف نے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت شیخ قطب الدین منورؒ کا یہ قول نقل کیا ہے[۱]:

سلطان فیروز شیخی است از مشائخ طریقت کہ تاج شاہی بر سر دارد۔	سلطان فیروز مشائخ طریقت میں سے ایک شیخ ہے جو تاج شاہی سر پر رکھے ہوتے ہے۔

شیخ موصوف کے اس قول میں بھلا کیا کلام ہو سکتا ہے؟ سلطان فیروز تغلق واقعی بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔ اور قرونِ وسطیٰ میں جب چاروں طرف جبر و استبداد کا دور دورہ تھا برصغیر میں اس فرشتہ خصلت سلطان کا وجود غنیمت تھا۔ یہ سلطان کی تصویر کا صرف ایک رُخ ہے جو اُس کے ہم عصر صوفیوں اور درویشوں نے ہمیں دکھلایا ہے۔ اس کی تصویر کا ایک اور بھی رُخ ہے جس کی ایک رنگین جھلک تاریخ فیروز شاہی میں دکھائی دیتی ہے جب ہم اس کتاب کا مطالعہ شروع کرتے ہیں تو ہمیں سلطان فیروز تغلق ایک ولی اللہ کے روپ میں نظر آتا ہے۔ شمس سراج عفیف نے اسے ایک ولی کامل، علم لدنی کا حامل، دنیا کا سب سے بڑا منصف، حامیٔ شریعت اور ماحیٔ بدعت بتایا ہے۔ سلطان فیروز تغلق کے مناقب اور محامد پڑھتے پڑھتے جونہی ایک قاری تین سو چھیاسٹھواں صفحہ الٹتا ہے تو اس کی نظریں اس عبارت پر جم جاتی ہیں:-

---

[۱] شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۰ء ص ۲۳-۲۲

بعد از نماز جمعه حضرت شاه می فرمود که طائفه مطربان هر چهار شهر و طائفه پهلوانان این هر چهار مقام و طائفه ادوتیان را هر روز جمعه بعد ادائے نماز درون درسرائے حاضر آرند۔ چون حضرت شاه فیروز از نماز جمعه باز گشتے در محل ججهچۂ چوبین بار دادے۔ این هر سه طائفه موازنه دو سه هزار آدمی را جمع میکردند۔ ایشاں را بحضرت سلطان فیروز شاهی میبردند۔ حضرت سلطان یک زمان با طائفه مطربان و شنیدن سرودِ ایشان مشغول می گشت[1]

بادشاہ کے فرمان کے مطابق چاروں شہروں کے مطربوں کی منڈلیاں، پہلوانوں کی ٹولیاں اور داستان گو، نماز جمعہ کے بعد شاہی محل میں حاضر ہوتے، جب بادشاہ نماز جمعہ سے فارغ ہوکر چوبین محل میں تشریف لاتا تو یہ تینوں گروہ، جن کی تعداد دو تین ہزار تک ہوتی تھی، بادشاہ کے حضور میں پیش کیے جاتے۔ بادشاہ کچھ دیر تک مطربوں سے گانا سننے میں مگن رہتا۔

سلطان کی موسیقی میں دلچسپی کی وجہ سے برصغیر میں اس فن کو بڑا فروغ ہوا اور دہلی موسیقی کا گہوارہ سمجھا جانے لگا۔ موسیقار اور سازندے دور دراز کے شہروں سے نقل مکانی کر کے دہلی میں آباد ہونے لگے۔ شمس سراج عفیف کا یہ بیان خاص توجہ کا مستحق ہے:

کاروبار مطربان دہلی بجائے رسید که فرزندانِ خورد سال برابر خود کرده از شهر دہلی در شهر فیروز آباد می آمدند۔ بلکه هر اکرا پسری چهار ساله یا پنج ساله بودی برابر خود کرده در فیروز آباد می آوردند[2]

دہلی کے مطربوں کے کاروبار کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ وہ دہلی سے اپنے صغر سن بچوں کو ساتھ لے کر فیروز آباد آنے لگے یہاں تک کہ بعض لوگ اپنے چار یا پانچ سال کے بچوں کو ساتھ لے کر فیروز آباد چلے آئے تھے

تاریخ فیروز شاہی میں شمس سراج عفیف ایک جگہ جشنِ عید کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

---

[1] شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۰ء ص ۳۶۷

[2] ایضاً، ص ۳۶۸

طائفہ مطربان و اہل طرب را میبروند تمام مطربان جامہ ہائے معصفر در بر و دستار ہائے لعل بر سر و طائفہ اہل طرب با پیرایہای مرصع و مکلل و لباس ہائے بیش بہا ہر یک نفر چہل گان ہزار تنکہ را دیرا بہ پوشیدہ ہر یکی نادوشیدہ - القصہ چون این چنین محل مرتب گشت طائفہ قوال ساز برگرفتند اہل طرب برقص مشغول شدند[۱]

مطربوں اور ناچنے والوں کو طلب کیا جاتا۔ تمام مطرب زعفرانی لباس میں ملبوس ہوتے اور ان کی دستاروں پر لعل ٹکے ہوتے ہوتے۔ ناچنے والوں کے لباس مرصع و مکلل ہوتے۔ یہ لباس بڑا قیمتی ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک شخص کے لباس کی قیمت چالیس ہزار تنکہ ہوا کرتی تھی۔ اور یہ لباس بالکل نیا ہوا کرتا تھا۔ جب اس طرح کا سماں بندھ جاتا تو قوال ساز اٹھا لیتے اور اہل طرب رقص میں مشغول ہو جاتے۔

فاضل مورخ کے ان بیانات سے سلطان فیروز تغلق کے ذوق موسیقی کا پتہ چلتا ہے اور ہم اس پر حاشیہ آرائی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ سلطان فیروز تغلق کے عہد میں جہاں علم فقہ پر فوائد فیروز شاہی، فتاویٰ تتارخانیہ اور فقہ فیروز شاہی جیسی بلند پایہ کتابیں لکھی گئیں وہاں فنِ موسیقی پر بھی غنیۃ المنیہ، کنز التحف اور فرید الزمان فی معرفت الالحان جیسی قابل قدر کتابیں درطۂ تحریر میں آئیں۔

غنیۃ المنیہ: سلطان فیروز تغلق کے عہد میں شمس الدین ابراہیم گجرات کا گورنر تھا اور وہ موسیقی کی سرپرستی میں سلطان سے بھی بازی لے گیا تھا۔ اس نے اپنے دربار میں اس عہد کے بہترین موسیقار اور سازندے جمع کر لیے تھے۔ اس کے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ جب وہ دن بھر کے کام کاج سے تھک جاتا تو سکون حاصل کرنے کے لیے فارسی اور ہندی نغمات سے جی بہلایا کرتا تھا۔ اتفاق سے اس کے مصاحب فنِ موسیقی سے نابلد محض تھے

---

[۱] شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۰ء ص ۳۶۳

اس لیے ان میں اس فنِ لطیف کا شعور پیدا کرنے کی خاطر اس نے کسی ماہر موسیقار سے غنیۃ المنیہ کے نام سے ایک کتاب مرتب کروائی۔[1] کتاب کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے

"دارای ہفت کشور، انوشروان عہد و زمان اسکندر مکنت و جمشید امکان الواثق بتائید الرحمٰن ابو المظفر فیروز شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ و سلطانہ ......"[2]

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کے سربراہ جناب ڈاکٹر نور الحسن صاحب کی اہلیہ مرحومہ خورشید لقا بیگم فرمانروائے رام پور کی صاحبزادی تھیں اور انھوں نے موسیقی کا ذوق ورثے میں پایا تھا۔ دربارِ رام پور کسی زمانے میں موسیقی کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا اور برصغیر کے نامی گرامی گویّے سرکار رام پور میں ملازم تھے۔ مرحومہ بیگم صاحبہ نے اسی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور اپنے والد بزرگوار سے موسیقی کے اسرار و رموز سیکھے۔ اس فن پر مرحومہ کی بڑی گہری نظر تھی۔ چنانچہ انھوں نے انڈیا آفس لائبریری لندن سے غنیۃ المنیہ کی نقل منگوائی اور اسے بڑی دیدہ ریزی اور کاوش سے مرتب کیا۔ ان کا مرتب کردہ کتاب کا مسوّدہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کتاب کا متن فل سکیپ سائز کے ۱۱۷ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اسی سے اس کتاب کی ضخامت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ فارسی متن درست کرنے کے علاوہ مرحومہ نے اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ہے جو اپنی جگہ خود ایک اہم کام ہے۔

یہ کتاب ۷۷۶ھ/۴-۱۳۷۳ء میں ورطۂ تحریر میں آئی۔ مصنف کا نام متن میں کسی جگہ بھی نہیں آیا۔ اس سے ایک قاری یہ تاثر لے سکتا ہے کہ یہ کتاب کہیں شمس الدین ابراہیم ہی کی تصنیف نہ ہو کیونکہ جب اس کے علاوہ اور کوئی شخص صاحبِ ذوق و فہم گجرات میں موجود نہ تھا تو پھر اسی نے ہی اپنے مصاحبوں میں موسیقی کا ذوق پیدا کرنے کی خاطر یہ

---

[1] خورشید لقا بیگم ہو، ارلی اسٹ پرشین مینو سکرپٹ آن انڈین میوزک، مخطوطہ شعبہ تاریخ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، ص ۱

[2] غنیۃ المنیہ، مرتبہ خورشید لقا بیگم، مخطوطہ شعبہ تاریخ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ص ۱

کتاب قلمبند کی ہوگی۔ لیکن کتاب کے دیباچہ میں جن القابات کے ساتھ شمس الدین ابراہیم کا ذکرِ خیر آیا ہے ان سے یہ تاثر فوراً زائل ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب اسی کی تصنیف ہے۔ مصنف نے اپنے ممدوح کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

ذات معظم و عوض مکرم ملک و ملک زادہ ستودہ شیم مہین بہیں سروری شیم دودمان مہتری معدن گوہر فضل و فصاحت و گوہر معدن عقل و کیاست افضل العہد والعصر منشی النظم والنثر جامع الفضائل والکمالات و صاحب الرای و الکفایات ذو المکارم و الاخلاق المشہور فی الآفاق سپہدار زمان و سپہید کیہان ملک الامرا ء ملاذ الکبرا شمس الدولۃ والدین ابراہیم حسن ابورجا احسن اللہ الیہ فی الدارین والدنیا ......[۱]

شمس الدین ابراہیم ۷۷۶ھ/۴-۱۳۷۳ء میں گجرات کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ وہ بڑا پڑھا لکھا شخص تھا اور اس کے گجرات پہنچتے ہی وہاں نغمہ و سرود کی محفلیں منعقد ہونے لگیں اور اس دیار میں اس فن کو خوب فروغ ہوا۔ فاضل مصنف نے اس بات کا ذکر بڑے ہی دلکش اور حسین پیرایہ میں کیا ہے۔

از جنبش طبع آن شاہ سریر بلاغت پردۂ عروسِ موسیقی تار تار شدہ[۲]

فاضل مصنف کا کہنا ہے کہ اس نے یہ کتاب بڑھاپے کے عالم میں لکھی ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ کہنہ مشق موسیقار تھا اور اسے اس فن پر پوری طرح دسترس حاصل تھی۔ ہمارے اس خیال کی تائید غنیۃ المنیہ کے مطالعہ سے بھی ہوتی ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے جن فنی اصطلاحات کا ذکر کیا ہے وہ ایک عام قاری اور مبتدی موسیقار کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔

---

[۱] غنیۃ المنیہ، مرتبہ خورشید لقا بیگم، مخطوطہ شعبہ تاریخ علی گڑھ یونیورسٹی ص، ۱۔

[۲] ایضاً ص ۲۔

غنیۃ المنیہ دو اقسام، چار ابواب اور اٹھارہ فصلوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کا بیشتر حصہ ایسی فنی اصطلاحات پر مشتمل ہے جن تک اس خاکسار کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ البتہ آدابِ سماع کے متعلق جو باتیں فاضل مصنّف نے عام فہم زبان میں تحریر کی ہیں وہ پیشِ خدمت ہیں۔

فاضل مصنّف لکھتے ہیں کہ محفلِ سماع ایک وسیع اور مسقف جگہ منعقد کرنی چاہیے۔ تہ نشین پر نمدے یا کمبل بچھا کر ان پر کافور اور گلاب چھڑکنا چاہیے۔ عوام کے بیٹھنے کے لیے فرش پر درختوں کے سبز پتے بچھانے چاہئیں۔ صدرِ مجلس اس بات کا اہتمام کرے کہ اس کا رُخ شمال یا مشرق کی طرف ہو اور قوال اس کے سامنے بیٹھیں۔ اُسے چاہیے کہ وہ زاہدوں اور عابدوں کو اپنی دائیں طرف جگہ دے اور موسیقی دانوں اور اہلِ علم کو بائیں جانب بٹھائے فاضل مصنّف کے خیال میں صدرِ مجلس کے لیے سخی، خوش مزاج اور خوش پوشاک ہونا ضروری ہے۔ صدر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سماع کے دَوران کسی پر اعتراض نہ کرے اور نہ ہی کسی قسم کے فتنہ و فساد کو ہوا دے۔ اسی طرح حاضرین مجلس پر یہ لازم ہے کہ وہ کسی بات پر غصّہ نہ کریں۔ اور دورانِ سماع قوالوں اور گویوں کا پاس ادب کریں۔ علاوہ ازیں حاضرین مجلس کو چاہیے کہ وہ صدرِ مجلس کی عزت کا بھی خیال رکھیں اور اس کی تعریف کریں۔ اگر کوئی شخص ان قیود کی پابندی نہیں کر سکتا تو پھر اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ محفلِ سماع میں شریک نہ ہو۔[۵۱]

صاحب غنیۃ المنیہ نے مختلف اقسام کے راگ گانے کے طریقے بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر کیے ہیں۔ اسی طرح اس نے مختلف اقسام کے سازوں کا بھی بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس نے ایک ایک ساز کا سائز اور اس کی شکل و ہیئت اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ مثلاً یہی ایک مثال لے لیجیے کہ پکھاوج کے متعلق فاضل مصنّف لکھتا ہے کہ اس کی لمبائی ۳۱ انگشت اور اس کے دہن کا قطر ۱۳ انگشت ہونا چاہیئے۔[۵۲] اسی کتاب میں مصنّف نے آلاتِ موسیقی بنانے والوں کو ہدایات دی ہیں، کہ کونسا ساز کس قسم کی لکڑی سے بنانا

---

۵۱ غنیۃ المنیہ، مرتبہ خورشید نقابیگم، مخطوطہ شعبۂ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ص ۱۱۱-۱۱۰

۵۲ ص ، ۵۷

چاہیئے۔ ایک ماہر موسیقار کی طرح فاضل مصنّف کو اس بات کا احساس ہے کہ اگر مختلف سازوں میں اس کی من پسند لکڑی استعمال نہ کی گئی تو ایسے سازوں سے اعلیٰ فن کا مظاہرہ نہیں کیا جاسکتا۔ غنیۃ المنیہ کی ایک تحریر سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ سلطان فیروز تغلق کے عہد میں برصغیر میں مندرجہ ذیل ساز استعمال کیے جاتے تھے۔

سنکھ، تتر، سینگا، باتھی، بھری، گھاگھری، کرکنج، جھکری، انکر، جنیکھت،
کنسال، تال، بہری، بتواد، کرر، پکھاوج، مارک، دیسی، بوق، جت، اتوتی۔

ان سازوں کے نام پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ سوائے ایک یا دو سازوں کے باقی تمام کے تمام ساز ہندوستانی تھے۔

غنیۃ المنیہ کے آخری صفحات میں فاضل مصنّف نے گانے والوں کے بعض عیوب پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ اس کے خیال میں بعض گویئے فنِ موسیقی سے نابلد محض ہیں۔ اور جب وہ گاتے ہیں تو ان کی آوازیں جانوروں کی آوازوں سے مشابہ ہوتی ہیں۔

غنیۃ المنیہ کے مطالعہ کے بعد یہ بات ایک قاری کے دل میں کھٹکتی ہے کہ فاضل مصنّف نے کسی موقع پر بھی بابائے موسیقی امیر خسروؒ کا ذکر نہیں کیا۔ غنیۃ المنیہ ۴-۱۳۷۳ء کی تصنیف ہے اور امیر خسروؒ کا سالِ وفات ۱۳۲۴ء ہے۔ فاضل مصنّف نے کتاب کے دیباچہ میں اس بات کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے کہ وہ کتاب کی تصنیف کے وقت بوڑھا ہو چکا ہے۔ اس حساب سے وہ امیر خسروؒ کی وفات کے وقت جوان ہوگا۔ ہم عصر ہونے کے باوجود اس نے بابائے موسیقی کا ذکر غنیۃ المنیہ میں نہیں کیا۔ اس بخل کو ہم پیشہ ورانہ یا ہم عصرانہ چشمک کے علاوہ اور کیا نام دے سکتے ہیں۔

فرید الزمان فی معرفت الالحان:- اس کتاب کا کوئی مخطوطہ تادمِ تحریر ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اگر صاحب غنیۃ المنیہ اس کتاب کا ذکر اپنی تصنیف کے دیباچہ میں نہ کرتا تو ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہو سکتا کہ اس نام کی کوئی کتاب فنِ موسیقی پر لکھی گئی تھی۔ فرید الزمان فی معرفت الالحان جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عربی زبان میں لکھی گئی تھی۔ بعد ازاں سلطان فیروز تغلق کے حکم سے کسی ماہرِ فن نے اس کا فارسی زبان

میں ترجمہ کر دیا[1]۔ اس سے زیادہ اس کتاب کے متعلق اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

کنز التحف :- سلطان فیروز تغلق کے عہد حکومت میں فنِ موسیقی پر کنز التحف کے نام سے ایک رسالہ لکھا گیا تھا۔ جس کا سالِ تالیف اس مصرع سے عیاں ہے :

آن روز کنز احداث جہاں مہمل بود

۷۵۶ھ

اس حساب سے یہ رسالہ سلطان موصوف کے ابتدائی عہدِ حکومت میں درطۂ تحریر میں آیا تھا۔ مصنف کا نام متن میں کسی جگہ نہیں آیا اور کسی دوسرے ذریعے سے بھی اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا:۔ کنز التحف کا ایک قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں موجود ہے اور اس کا متن ۲۷ اوراق پر پھیلا ہوا ہے[2]۔

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا اور ان کے مریدوں کو سماع کے ساتھ بے حد شغف تھا۔ فیروز شاہ کے عہدِ حکومت میں سلطان المشائخ کے دو جلیل القدر خلیفے حضرت قطب الدین منورؒ اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ اقلیم معرفت کے تاجدار سمجھے جاتے تھے اور ان دونوں بزرگوں کو اپنے شیخ کی طرح سماع سے بڑی رغبت تھی۔ تاریخ فیروز شاہی کے مصنف کو دونوں بزرگوں کی خدمت میں نیاز حاصل تھا۔ وہ اول الذکر بزرگ کا مرید تھا اور موخر الذکر بزرگ کی خدمت میں اکثر حاضری دیتا رہتا تھا۔ شمس سراج عفیف نے ہانسی میں اپنے مرشد کی خانقاہ میں منعقد ہونے والی ایک محفلِ سماع کا ذکر بڑے دلکش اور پُر اثر انداز میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ سلطان فیروز شاہ کی معیت میں سندھ سے دہلی جاتے ہوئے جب ہانسی سے گزرے تو وہ شیخ قطب الدین منورؒ کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ جونہی انھیں یہ معلوم ہوا کہ چراغ دہلیؒ تشریف لا رہے ہیں تو

---

[1] غنیۃ المنیہ، مرتبہ خورشید لقا بیگم، مخطوطہ شعبہ تاریخ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ص ۳

[2] ایتھے، کیٹلاگ آف پرشین مینوسکرپٹس اِن انڈیا آفس لائبریری مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۳ء مخطوطہ نمبر ۲۷۶۳۔

فوراً برہنہ پا اُن کے استقبال کے لیے اپنی خانقاہ سے باہر نکل آئے۔ عند الملاقات دونوں بزرگ پہلے ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے بعد ازاں ایک دوسرے کے پاؤں چھونے کی کوشش کی۔ اس کے بعد دونوں بزرگ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے خانقاہ میں آئے اور سلطان المشائخ کو یاد کرکے رونے لگے۔

بعد زمانی قوالان از غیب رسیده هر دو بزرگوار در عالم استماع سماع مستغرق گشته چند روز هر دو بزرگوار در مقامات سماع مشغول بودند۔ آری عجب کاری و بوالعجب اسراری۔ در سماع کم کسی بدین سوار اسرار رسد چنانچه درین باب خدمت شیخ جمال الدین احمد ہانسوی جدّ خدمت شیخ قطب الدین منوّر علیهما الرحمة والغفران فرموده:-

تھوڑی دیر بعد قوال پہنچ گئے۔ اور دونوں بزرگ سماع میں محو ہو گئے۔ چند روز تک دونوں بزرگ سماع میں مشغول رہے۔ واللہ۔ اس سماع کی کیا بات تھی اور اس میں کیا کیا اسرار تھے۔ شاید ہی کسی شخص کو ان دونوں کی طرح سماع میں اسرار کا انکشاف ہوا ہو۔ اس ضمن میں حضرت شیخ قطب الدین منورؒ کے جدّ امجد شیخ جمال الدین ہانسویؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:-

بر تارک دل سماع چون تاج بود ‌ ‌ بر دوش دل حزین چون دیباج بود
از احمد خسته بشنو این زمزمه را ‌ ‌ مر مردان را سماع چون معراج بود

المقصود بطولها و عرضها بعد از فارغ شدن از سماع هر دو بزرگوار طالب رضای غفار از عالم سکر در مقامات صحو آمدند[1]

قصہ مختصر، خدا کی بخشش کے طالب یہ دونوں بزرگ سماع سے فارغ ہو کر حالتِ سُکر سے حالتِ صحو میں آئے۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کا حضرت قطب الدین منوّر ہانسویؒ کی معیت میں سماع سننا ہم عصر مورخ شمس سراج عفیف کی تاریخ فیروز شاہی سے ثابت ہے۔ یہ محفل سماع دو چار گھنٹے تک نہیں بلکہ — چند روز — تک جاری رہی تھی۔ ہمارے لیے یہ بالکل نئی بات ہے

---

[1] شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، ص ۸۵-۸۴

کیونکہ عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ حضرت چراغ دہلیؒ سماع نہ سنتے تھے بلکہ اگر ان کی موجودگی میں کسی مجلس میں سماع شروع ہو جاتی تو آپ فوراً وہاں سے اُٹھ جاتے تھے۔ اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی ان کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

روزے بعضے از مریدان شیخ نظام الدین اولیا مجلسی داشتند واز دف زنان سرودی می شنیدند۔ شیخ نصیرالدین محمود در مجلس بود، برخاست تا برآید، یاران تکلیف نشستن کردند گفت خلاف سنت ست، گفتند از سماع منکر شدی واز مشرب دیرہ برگشتی، گفت حجت نمی شود دلیل از کتاب وحدیث می باید، بعضے از غرض گویان این سخن بخدمت شیخ رسانیدند کہ شیخ محمود چنین می گوید، شیخ راصدق معاملہ او معلوم بود، فرمود راست می گوید حق آنست کہ او می گوید[1]

ایک روز شیخ نظام الدین اولیاؒ کے بعض مریدوں نے ایک مجلس منعقد کی۔ اور دف زنوں سے گانا سننے لگے تو شیخ نصیرالدین جو وہاں موجود تھے، باہر نکلنے کے ارادہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ دوستوں نے انھیں بیٹھنے پر مجبور کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ یہاں خلاف سنت کام ہو رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ کیا تم سماع کے منکر ہو گئے ہو۔ اور اپنے شیخ کے مشرب سے مُنہ موڑ گئے ہو؟ آپ نے کہا کہ شیخ کا فعل کوئی حجت نہیں، قرآن اور حدیث سے دلیل دیجیے۔ بعض غرض مندوں نے شیخ سے شکایت کی کہ شیخ محمود یوں کہتے ہیں۔ شیخ چونکہ اُن کے حُسنِ نیت کے قائل تھے اس لیے انھوں نے فرمایا کہ وہ ٹھیک ہی تو کہتا ہے کیونکہ حق بات وہی ہے جو اس نے کی ہے۔

شیخ محمد اکرام صاحب نے بھی "آب کوثر" میں شیخ نصیرالدین چراغ دہلیؒ کے حالات کے ضمن میں یہی لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے اپنا جانشین اس شخص (چراغ دہلیؒ) کو

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ ص ۸۲۔

بنایا تھا جو سماع کے خلاف تھا۔[۱] ہم شیخ عبدالحق محدث ؒ اور شیخ محمد اکرام صاحب کی روایات پر حضرت چراغ دہلیؒ کے خلیفۂ اعظم اور جانشین حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کی اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جس میں آپ فرماتے ہیں :-

خواجہ ما بتعمد نشنیدی و اگر کسی دف زنان پیش در آمدی منع ہم نہ کردے[۲]

ہمارے خواجہ عمداً مزامیر نہ سنتے تھے لیکن اگر کوئی دف بجاتا ہوا اُن کے دروازے کے سامنے آجاتا تھا تو اُسے منع بھی نہیں کرتے تھے۔

حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو درازؒ کا شمار فیروزی عہد کے نامور اولیاء اللہ میں ہوتا ہے آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلیفہ اعظم تھے اور اپنے مرشد کے حکم سے عوام کی رشد و ہدایت کے لیے دکن چلے گئے تھے۔ ان کی خانقاہ، جو گلبرگہ شریف میں ہے، دکن کا سب سے بڑا روحانی مرکز متصور ہوتی ہے۔ حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کو سماع سے جو شغف تھا اس کا ذکر آئندہ سطور میں آئے گا۔

یہ عجیب بات ہے کہ بقول شیخ محمد اکرام صاحب حضرت سلطان المشائخؒ نے اس شخص کو اپنا جانشین بنایا تھا جو علانیہ سماع کا منکر تھا۔ لیکن یہ اس سے بھی عجیب بات ہے کہ حضرت چراغ دہلیؒ کا جانشین وہ شخص ہوا جو علانیہ یہ کہا کرتا تھا :-

فتح کارِ من بیشتر در تلاوت و سماع بود[۳]

ہمارے کام کی زیادہ تر کشودگی تلاوت اور سماع کے ذریعے ہوتی ہے۔

شاہ محمد علی سامانی لکھتے ہیں کہ حضرت گیسو درازؒ کی حضرت برہان الدین غریبؒ کے ایک خلیفہ سید نصیر کے ساتھ رشتہ داری تھی۔ آپ اکثر ان کے ہاں تشریف لے جاتے اور محفل سماع میں شریک ہوتے[۴]

۱۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، مطبوعہ لاہور ص

۲۔ شاہ محمد علی سامانی، سیر محمدی، مطبوعہ الہ آباد ۱۳۴۷ھ ص ۷۰۔

۳۔ ایضاً، ص ۷۱ ۴۔ ایضاً، ص ۶۸

حضرت گیسو درازؒ ہندی اور فارسی دونوں زبانوں میں موقع کی مناسبت سے سماع سننا پسند فرماتے تھے۔ شاہ محمد علی سامانی لکھتے ہیں کہ حضرت گیسو درازؒ فرمایا کرتے تھے:

اغلب شنیدن سماع بر شعر و غزل و ابیات فارسی بودے و می فرمودند ہندی بیشتر نرم و مرق می باشد و آہنگ بر وفق او نرم می باشد اشارت بخرابی و عاجزی و انکساری می کند۔ بضرورت مرد صوفی را آنجا میل بیشتر می باشد۔ اما ہنر سرود و ادای ضربات موسیقار در پارسی ست آنجا لذتے و ذوقِ دیگر است[1]

آپ زیادہ تر فارسی شعر، غزل و ابیات سنا کرتے تھے۔ ہندی کے متعلق آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ نرم اور رقت پیدا کرنے والی ہے اور راگ بھی اس کے مطابق نرم ہوتا ہے۔ اور عاجزی، خرابی اور انکساری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ضرورتاً مرد صوفی کی طبیعت کا میلان بھی اُدھر زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن ہر سرود کا ہنر اور موسیقار کے جذبات کا ادا کرنا فارسی ہی میں ممکن ہے۔ وہاں لذت اور ذوق دوسرا ہی ہوتا ہے۔

حضرت گیسو درازؒ کی محفلِ سماع میں خوشبو اور روشنی کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ آپ کے ملفوظات نگار لکھتے ہیں کہ آپ کی محفلِ سماع میں کئی جگہ عود جلا کر رکھی جاتی تھی اور اگر رات کے وقت مجلس منعقد ہوتی تو روشنی کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا جاتا تھا[2]۔

سلطان فیروز تغلق کے عہد میں دہلی میں ابراہیم نامی ایک چنگ نواز رہتا تھا۔ جس کے کمالِ فن کا دُور دُور تک شہرہ تھا۔ ایک بار وہ بیمار ہوا تو بغرض علاج مولانا صدر الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابراہیم کے پاس ان دنوں پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی اس لیے مولانا صدر الدین کی خدمت میں جاتے ہوئے اپنا چنگ بھی ساتھ لیتا گیا۔ مولانا نے تشخیص مرض کے بعد دوائی دی تو ابراہیم نے معاوضے میں چنگ بجانے کی پیشکش کی۔ اتفاق سے اس وقت حضرت گیسو درازؒ

---

[1] شاہ محمد علی سامانی، سیر محمدی، مطبوعہ الٰہ آباد، ۱۳۴۷ھ ص ۷۱

[2] ایضاً ص ۷۱

اور مولانا علاؤ الدین بھی وہاں موجود تھے۔ ابراہیم اشارہ پاتے ہی تاروں پر انگلیاں دوڑانے لگا۔ اس نے چنگ کے تاروں سے دف اور تال جیسی آواز کچھ اس انداز سے نکالی کہ مولانا صدر الدین کا بیٹا یوسف پھڑک کر زمین پر گرا۔ حاضرین اُسے بے ہوشی کے عالم میں مجلس سے اٹھا کر باہر لے گئے۔ حضرت گیسو دراز بھی جب تک چنگ بجتا رہا، بے خودی کے عالم میں رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اس کے بعد کبھی چنگ نوازی کا ایسا مظاہرہ نہیں دیکھا[1]

حضرت گیسو دراز کے ملفوظات نگار شاہ محمد علی سامانی نے حضرتؒ کی زبان سے ایک محفل سماع کی کیفیت ان الفاظ میں سُنی تھی:

یکبار سماعے بشنویم کہ جملہ مزامیر درآن باشد، خانہ مولانا صدالدین اختیار کردیم۔ جملہ مزامیر جمع کردیم۔ دربستیم و دیوار ہا بلند بود، سہ شبانروز سماع شنیدیم، خلق گرد برگرد خانہ ہجوم کردند، این خبر بحضرت بندگی شیخ رسید چون پابوس کردیم فرمودند سید محمد ہم چنین سماع مشنو۔ ازان وقت باز مزامیر نہ شنیدیم[2]

ایک بار ہم نے سماع سُنی جس میں جملہ مزامیر موجود تھے۔ اس کام کے لیے مولانا صدر الدین کا گھر منتخب کیا۔ ہم نے تمام مزامیر جمع کیے۔ گھر کے دروازے بند کر لیے۔ دیواریں ویسے ہی بلند تھیں۔ چنانچہ تین شب و روز سماع جاری رہی۔ گھر کے باہر لوگوں کے ٹھٹ لگ گئے تھے۔ یہ بات حضرت چراغ دہلیؒ تک پہنچی، چنانچہ جب میں پابوسی کے لیے حاضر ہوا تو فرمانے لگے، "سید محمد اس طرح کی سماع نہ سنا کرو" اس کے بعد ہم نے دوبارہ مزامیر کے ساتھ سماع نہیں سُنی۔

اس سے یہ مترشح ہوتا ہے، کہ حضرت، چراغ دہلیؒ نے حضرت، گیسو دراز کو سماع بالمزامیر

---

[1] شاہ محمد علی سامانی، سیر محمدی، مطبوعہ الٰہ آباد ۱۳۴۷ھ ص ۷۰

[2] ایضاً، ص ۷۰-۷۱

سے منع فرمایا تھا۔ بغیر مزامیر کے سماع سننے سے نہیں روکا۔ ہم حضرت چراغ دہلیؒ کے متعلق حضرت گیسو درازؒ کا یہ بیان نقل کر چکے ہیں:۔

خواجۂ ما بتعمد نشنیدی و اگر کسی دف زنان پیش در درآمدی منع ہم نہ کردے۔	ہمارے خواجہ عمداً مزامیر نہ سنتے تھے لیکن اگر کوئی دف بجاتا ہوا ان کے دروازے پر آنکلتا تھا تو اسے منع بھی نہیں کرتے تھے۔

شیخ کے سماع بالمزامیر سے منع کرنے پر حضرت گیسو درازؒ نے بھی یہی وطیرہ اختیار کر لیا تھا آپ کے ملفوظات نگار شاہ محمد علی سامانی رقم طراز ہیں :۔

در مجلس حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ مزامیر نبودے اگر کسے پیش مزامیر زدے منع ہم نہ کردے[1]	ہمارے مخدوم رضی اللہ عنہ کی مجلس سماع میں مزامیر نہ ہوتے تھے لیکن اگر کوئی ان کے سامنے مزامیر بجاتا تو اسے منع بھی نہ کرتے تھے۔

سلطان فیروز تغلق حالانکہ خود سماع سنتا تھا لیکن اسے یہ بات گوارا نہ تھی کہ لوگ سماع کے دوران بے خود ہو کر شور و غوغا کریں۔ حضرت گیسو درازؒ کے کسی مخالف نے ایک بار سلطان سے اس بات کی شکایت کی کہ آپ سماع کے دوران بہت غوغا کرتے ہیں۔ اس پر سلطان نے یہ حکم دیا کہ آپ آئندہ خلوت میں سماع سنا کریں۔ اس کے بعد آپ نے یہ اہتمام کیا کہ خود تو قوالوں کو ساتھ لے کر حجرہ میں بیٹھ جاتے اور آپ کے صاحبزادہ اور مرید حجرہ کے باہر بیٹھ جاتے، درمیان میں پردہ حائل رہتا تھا[2] سیر محمدی کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت گیسو درازؒ کو تادم واپسین سماع سے دلچسپی رہی۔

---

[1] شاہ محمد علی سامانی، سیر محمدی، مطبوعہ الہ آباد ۱۳۴۷ھ ص ۶۹

[2] ایضاً، ص ۶۹